ٹیپو سلطان شہید اور انتظامِ ریاست

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

اقبال کے مردِ مومن کو اگر مجسم دیکھنا ہو تو ٹیپو سلطان شہید کو دیکھا جاسکتا ہے۔ برعظیم پاک وہند کی تاریخ میں ٹیپو سلطان (۱۷۵۱-۱۷۹۹ء) کو ایک لازوال اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی تاریخ بمشکل اس اولوالعزم سلطان کی نظیر پیش کر سکے گی۔ ٹیپو سلطان نہ صرف ایک مردِ مجاہد تھا، بلکہ حقیقی معنوں میں اقبال کا ایک مردِ مومن تھا۔ عالم فاضل، عابد و زاہد، بہترین سپہ سالار، بہترین منتظم، تجربہ کار سیاست دان، غیر معمولی بصیرت رکھنے والا عوامی رہنما اور قائد۔

جس وقت عنانِ حکومت ٹیپو سلطان کے ہاتھ آئی تو اس نے دو اہم کام کیے۔ ایک جانب اپنی پوری توجہ اتحاد بین المسلمین اور اتحاد بین الاقوام ہند پر مرکوز کی۔ دوسری جانب ملک کی صنعت وحرفت پر پوری توجہ دی۔ سلطان کے یہی عزائم وارادے تھے جس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو سلطان کا مخالف بنادیا، اور اسی مخالفت نے اس کو تمام عمر جنگوں میں مصروف رکھا۔ اس کے باوجود سلطنتِ خداداد میسور نے صنعت وحرفت اور دیگر فنون میں جو ترقی کی وہ میسور کو کبھی حاصل نہ ہوسکی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جان چکی تھی کہ اگر ٹیپو سلطان اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگیا تو پھر ہندستان پر ہرگز قبضہ نہیں ہوسکتا۔ (محمود بنگلوری، تاریخ سلطنت خداد (میسور) ص ۱۴-۱۵)

ٹیپو سلطان کے خطرے کو ختم کرنے کے لیے انگریز، نظام اور مرہٹے سب متحد ہوگئے۔ انگریز اسے ہندستان پر اپنے اقتدارِ کامل میں سب سے بڑی، بلکہ واحد رکاوٹ سمجھتے تھے (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہِ پنجاب، لاہور، ج۶، ص ۹۸۳)۔ اس اتحاد ثلاثہ کے مقصد کو مزید کامیاب بنانے اور رائے عامہ کی اخلاقی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے انگریزوں نے

ٹیپو سلطان کی مفروضہ چیرہ دستیوں کو اس انداز میں دور تک پہنچادیا کہ خود اپنے بھی اس سے نفرت کرنے لگے۔ فورٹ ولیم کی دیواروں پر کھڑے ہوکر اعلان کردیا گیا کہ ٹیپو سلطان سفاکی میں چنگیز خان اور ہلاکو سے کہیں زیادہ ہے۔(باری علیگ، کمپنی کی حکومت، طیب پبلشرز، لاہور، ص ۱۲۹)

ٹیپو سلطان کی شہادت اور سلطنت خداداد کے زوال کے بعد انگریزوں کے مقابلے کے لیے کوئی بڑی طاقت نہیں رہ گئی تھی۔ ان کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں ٹیپو سلطان ہی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ اس کی شہادت کے بعد ہی ان کی زبان سے پہلی دفعہ یہ معنی خیز جملہ نکلا کہ ''آج سے ہندستان ہمارا ہے۔'' (محمد الیاس ندوی، سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۴۲۶-۴۲۷)

● **انتظامِ ریاست**: ضروری ہے کہ ٹیپو سلطان کے عہدِ حکومت اور انتظامِ ریاست کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ ٹیپو سلطان نے اپنے ۱۷ سالہ عہد حکومت (۱۷۸۲-۱۷۹۹ء) میں زندگی کا کوئی لمحہ اطمینان اور چین سے نہیں گزارا۔ یہ سارا عرصہ جنگی معرکوں میں گزرا، جو مہلت ملی اس میں وہ اپنے زیراقتدار علاقوں میں زراعت کی ترقی، آب رسانی کی سہولتوں میں اضافے، نہروں اور تالابوں اور سڑکوں اور پلوں، بندرگاہوں اور نئے شہروں کی تعمیر، چھوٹی بڑی صنعتوں کی ترقی، فوجی و انتظامی اصلاحات اور بیرون ملک و پڑوسی حکمرانوں سے سفارتی روابط اور داخلی معاملات پر گفت وشنید جیسے اہم انتظامی وتعمیراتی امور میں الجھا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ میدان جنگ کے نقشوں کو مرتب کرتا، لڑائی کی منصوبہ بندی کرتا اور اپنے عمال حکومت، فوجی سالاروں اور قلعہ داروں کو ہدایات جاری کرتا۔ اس کی شہادت کے بعد اس کے ذخیرے سے ملنے والے چار ہزار سے زائد خطوط کے موضوعات و مندرجات اس کی ایسی کارگزاریوں کا واضح ثبوت ہیں۔(معین الدین عقیل، ٹیپو سلطان کی علمی زندگی، مشمولہ: ٹیپو سلطان، مرتبہ: محمود خاور، ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی، کراچی، ص ۷)

حیرت ہوتی ہے کہ جس فرماں روا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شہزادگی سے شہادت تک مسلسل خوف ناک لڑائیوں میں گزرا، اسے ان معاملات پر توجہ دینے کا وقت کیوں کر ملتا تھا۔ حق یہ ہے کہ سلطان حکومت کو خدا کی طرف سے امانت سمجھتا تھا اور اس امانت کا حق ادا کرنے کی جیسی عملی مثال اس نے پیش کی، اس کی نظیریں بہت کم ملیں گی۔(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶، ص ۹۹۴)

ٹیپو سلطان نے تخت نشینی کے بعد اپنی رعایا کے نام جو پہلا سرکاری فرمان جاری کیا

اس میں بلاتفریقِ مذہب وملت اپنی رعایا کی اخلاقی اصلاح، ان کی خوش حالی، معاشی و سیاسی ترقی، عدل و انصاف، جاگیرداروں اور زمین داروں کے ظلم وستم سے نجات، مذہبی ولسانی وطبقاتی عصبیت کا خاتمہ، اور دفاعِ وطن کے لیے جان کی بازی لگادینے کا عزم کیا (محمد الیاس ندوی، سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۱۸۰)۔ ملک کے قدیم طرزِ حکمرانی کو یکسر بدل دیا۔ سلطنت کے امور میں عوام کو زیادہ سے زیادہ حصّہ دینے کے لیے کوشاں رہا۔ اس نے جمہوری تقاضوں کے پیشِ نظر ایک مجلس شوریٰ قائم کی جس کا نام 'مجلس غم نباشد' تھا۔

ٹیپو سلطان نے تخت نشین ہونے کے بعد دو نئے آئین بنائے۔ ایک فوج کے لیے جس کا نام 'فتح المجاہدین' تھا، اور دوسرا عوام کے لیے جس کا نام 'ملکی آئین' تھا (محمود بنگلوری، ٹیپو سلطان، لاہور، ص ۷۶)۔ سرنگا پٹم میں جامع الامور کے نام سے ایک یونی ورسٹی قائم کی جہاں بیک وقت دینی و دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حکومت کی طرف سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو بھاری مشاہرے پر یہاں مقرر کیا گیا تھا۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۲۲۸)

ٹیپو سلطان کو جدت و اختراعات کا خاص شوق تھا۔ کئی شہروں کے نام بدل ڈالے، مثلاً بنگلور کا نام دارالسرور، کالی کٹ کا اسلام آباد، میسور کا نظر آباد، اور مینگلور کا جمال آباد رکھا۔ وزن اور پیمانوں کے نام بھی تبدیل کیے۔ نیا روپیہ جاری کیا اور مختلف نسبتوں سے ان کے نام رکھے، مثلاً احمدی، صدیقی، فاروقی، حیدری وغیرہ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶، ص ۹۸۶)۔ نئی وضع کی بندوقیں اور توپیں بنوائیں اور ایسی ڈھالیں تیار کرائیں جن پر تیر یا گولی کا اثر نہیں ہوتا تھا (ایضاً، ص ۹۹۳)۔ جرائم کی بیخ کنی کے لیے ایک نئے طرز کی سزا سوچی۔ ہر مجرم کو اس کے جرم کی مناسبت سے ایک درخت اگانے کا حکم دیا۔ معمولی جرم کے لیے ایسا درخت تجویز پاتا جس کے لیے کم محنت ومہلت درکار ہوتی اور سنگین جرم کے لیے ایسا درخت اگانے کی ذمہ داری، جس کے لیے کافی محنت ومہلت درکار ہوتی۔ سلطان معمولی سے معمولی مسئلے میں بھی پوری توجہ ظاہر کرتا تھا۔ علوم وفنون، طب، تجارت، معاملات مذہبی، تعمیر، فوجی محکمات اور بے شمار دوسرے امور پر سلطان یکساں مہارت سے قطعی راے دیتا تھا۔ (سید امجد علی اشہری، ٹیپو سلطان، دہلی، ص ۱۵۲)

ہندستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ٹیپو سلطان نے مردم شماری کرائی۔ پنچایت راج کی بنیاد

رکھی۔ اسی کے حکم سے فرانسیسی ماہرین نے پانی سے چلنے والا ایک ایسا انجن تیار کیا جس سے توپوں میں بآسانی سوراخ کیا جاسکتا تھا۔ دنیا میں میزائیل ایجاد کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر تھا، حتیٰ کہ امریکیوں نے بھی اس کو راکٹ کے بانیوں میں شمار کیا ہے۔ وہ جب بھی اپنی سلطنت کے کسی کارخانے میں جاتا تو نئے طرز یا جدید انداز کی کوئی چیز بنانے کا حکم ضرور دیتا۔(الیاس ندوی، سیرت ٹیپو سلطان شہید،ص ۵۲۵)

●**فوجی اصلاحات:** سلطان کی برّی اور بحری فوجوں کا انتظام بھی قابل داد تھا۔ فوج کے محکمے میں ۱۱ بڑے شعبے تھے۔ سلطنت کے کُل رقبے کو ۲۲ فوجی اضلاع میں تقسیم کیا گیا تھا (باری، کمپنی کی حکومت، ص ۱۸۶)۔ اس نے ۱۷۹۶ء میں امراء البحر کی ایک جماعت قائم کی جس میں ۱۱/اراکین تھے۔ ان اراکین کا لقب میریم رکھا گیا تھا۔ ان اراکین کے ماتحت ۳۰/امیر البحر ہوتے تھے۔ بحری فوج کے متعلّق ۲۰ جنگی جہاز کلاں اور ۲۰ چھوٹے جنگی جہاز تھے۔ سلطان کو فن جہاز سازی سے بھی شغف تھا۔ وہ جہازوں کے نقشے خود تیار کرتا تھا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶، ص ۹۹۴)۔ جہازوں کے پیندوں کے واسطے ہدایت کی گئی تھی کہ تانبے کے پیندے لگائے جائیں، تاکہ چٹانوں سے ٹکرانے کی صورت میں نقصان نہ پہنچے۔ جہاز سازی کے لیے لکڑی کا جنگل بھی نامزد کر دیا گیا۔ اور سب مدارج کے افسروں کی تنخواہوں کی بھی صراحت کر دی گئی (سید امجد علی اشہری، ٹیپو سلطان، ص ۱۵۴-۱۵۵)۔ فوجیوں کی باقاعدہ تربیت کے لیے خصوصی مراکز قائم کیے گئے اور پوری فوج کو ازسرنو منظّم کیا گیا۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۲۹۰)

ٹیپو سلطان نے ہر ہر شہر، قصبے اور قلعے کے چار دروازے مقرر کیے، جہاں پہرے دار مقرر کیے کہ ملک میں بغیر اطلاع و اجازت کوئی آنے نہ پائے اور ہر مقام کی رُوداد پر فوری اطلاع کا انتظام کیا گیا (سید امجد علی اشہری، ٹیپو سلطان، ص ۷۶)۔ جس مقام پر چوری ہوجاتی، وہاں کے پولیس افسر کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جاتا۔ اگر مجرم گرفتار نہ ہوسکتا تو پولیس افسران کی تنخواہ سے اس کی تلافی کی جاتی۔ ان مقامات پر جہاں ڈاکوؤں کے حملے کا خطرہ رہتا تھا، وہاں کے رہنے والوں کو آتشیں اسلحہ رکھنے کی عام اجازت دی جاتی۔ عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ ہر شہر میں قاضی اور ہر گاؤں میں پنچائت مقدموں کا فیصلہ کرتی۔ اگر فریقین میں سے کسی ایک کو ابتدائی عدالتوں

کے فیصلہ پر شک ہوتا تو مقدمہ صدر عدالت (ہائی کورٹ) میں دائر کیا جاتا۔ سلطان نے افسرانِ ضلع کے نام حکم جاری کر رکھا تھا کہ وہ ہر سال سرنگا پٹم (دارالحکومت) میں جمع ہوکر انتظامی امور کے متعلّق مشورہ کیا کریں۔ (باری علیگ، کمپنی کی حکومت، ص ۱۸۵-۱۸۶)

ٹیپو سلطان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ اردو اخبار کا بانی تھا۔ ۱۷۹۴ء میں اس نے اپنی ذاتی نگرانی و سرپرستی میں ایک ہفت روزہ جاری کیا۔ اس میں سلطنت کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے سپاہیوں کے نام سلطان کی ہدایات شائع ہوتی تھیں۔ یہ ہفت روزہ سلطان کی شہادت تک مسلسل پانچ سال پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۲۹۵)

● **معاشرتی و معاشی اصلاحات**: ٹیپو سلطان کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے غلاموں اور لڑکیوں کی خرید و فروخت بالکل بند کر دی۔ ان کے لیے یتیم خانے بنائے۔ بعض اخلاقی جرائم کی بیخ کنی کے لیے مندروں میں لڑکیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا (ٹیپو سلطان، ص ۷۶)۔ زمین داریوں کا خاتمہ کر کے مزدوروں اور کسانوں کو زمین کا مالک قرار دیا۔ زمین کو رعایا کی ملکیت قرار دیا گیا، زمین پر کسانوں کا دوامی قبضہ تسلیم کرلیا گیا۔ زمین صرف اس کی تھی جو ہل چلائے۔ ٹیپو سلطان نے احکام جاری کر دیے تھے کہ جو شخص زمین کے لیے درخواست کرے، اسے اس کی ضرورت کے مطابق زمین مفت دی جائے (کمپنی کی حکومت، ص ۱۸۴)۔ تجارت کی توسیع کے لیے بیرونی ملکوں سے روابط پیدا کیے۔ دُور دُور سے کاریگر بلا کر اپنے ہاں ہر قسم کی صنعتیں جاری کیں۔ دوسرے ممالک سے ریشم کے کیڑے منگوا کر ان کی پرورش و پرداخت کا طریقہ اپنی رعایا کو سکھایا۔ اس کے علاوہ جواہر تراشی اور اسلحہ سازی کے کارخانے بھی قائم کیے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶، ص ۹۹۴)۔ ان کارخانوں میں گھڑی سازی اور قینچیوں کا کام بھی ہوتا تھا۔ ان کارخانوں کے قیام سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ضرورت کی ہر چیز اب سلطنت میں تیار ہونے لگی۔ درآمدات پر انحصار کم ہوگیا اور سلطنت میں تیار کردہ چیزیں برآمد ہونے لگیں۔ دوسری طرف ہزاروں بے روزگاروں کے مسائل بھی اس سے حل ہوئے۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۲۳۰)

اقتصادی مسائل پر قابو پانے کے بعد ٹیپو سلطان نے ایک نئی تجارتی پالیسی وضع کی جس کے تحت بیرونی ممالک ایران، ترکی اور حجاز وغیرہ سے مسلم تاجروں کو سلطنت خداداد میں آکر

تجارت کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے خصوصی رعایتوں سے نوازا گیا۔ خود حکومت کی زیرسرپرستی ایک بڑی تجارتی کمپنی بھی قائم کی گئی جس میں اس کی رعایا میں سے ہر کوئی بلاتفریق مذہب اپنا سرمایہ لگا کر نفع ونقصان کے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر شریک ہوسکتا تھا (ایضاً، ص ۲۸۷)۔ وسط ایشیائی ریاست آرمینیہ سے غیرملکی تاجروں کو میسور کی حدود میں لاکر بسایا گیا۔ میسور سامان تجارت لانے والے چینی سوداگروں کو ملیبار کے ڈاکو تنگ کرتے تھے۔ سلطان نے ان کی حفاظت کے لیے کئی جہاز مقرر کردیے (ایضاً، ص ۵۶۴)۔ سلطان کی ان کوششوں کے نتیجے میں سلطنت خداداد میں تجارت اور صنعت وحرفت نے بہت زیادہ ترقی کی۔

سلطان نے جہاں جاگیرداری کو ختم کیا، وہاں سرمایہ داری کے خاتمے کے لیے بھی اقدامات کیے۔ تمام سلطنت میں، رعایا، تاجروں اور کاشت کاروں کے لیے بنک جاری کیے۔ ان میں خاص بات یہ تھی کہ غریب طبقے اور چھوٹے سرمایہ داروں کو زیادہ منافع دیا جاتا تھا (کمپنی کی حکومت، ص ۱۸۶)۔ ان تمام اصلاحات اور سلطان کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندستان کے تمام علاقوں میں میسور سب سے زیادہ خوش حال اور سرسبز وشاداب علاقہ ہوگیا۔ میسور کی تیسری جنگ میں انگریز جب اس علاقے میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ (ٹیپو سلطان، ص ۷۷)

● **عظمت کا اعتراف**: عربی کا ایک مقولہ ہے کہ خوبی وہ ہے جس کا اعتراف دشمن کرے۔ ٹیپو سلطان سے انگریزوں کے بے انتہا تعصب کے باوجود کیپٹن لٹل جس نے میسور کی تیسری جنگ میں نمایاں حصّہ لیا تھا، اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے: ''ٹیپو کے متعلق بہت سی افواہیں سنی جاتی تھیں کہ وہ ایک جابر وظالم حکمران ہے جس کی وجہ سے اس کی تمام رعایا اس سے بے زار ہے۔ لیکن جب ہم اس کے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت وحرفت کی روزافزوں ترقی کی وجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جارہے ہیں۔ رعایا اپنے کاموں میں مصروف ومنہمک ہے۔ زمین کا کوئی حصّہ بھی بنجر نظر نہیں آتا۔ قابل کاشت زمین جس قدر بھی مل سکتی ہے اس پر کھیتیاں لہرارہی ہیں۔ ایک انچ زمین بھی بے کار نہیں پائی گئی۔ رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبت بدرجہ اتم موجود ہے۔ فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں پیچھے نہیں ہے۔'' (ایضاً، ص ۷۷-۷۸)

رفت سلطاں زیں سرائے ہفت روز
نوبتِ او در دکن باقی ہنوز (جاوید نامہ)

(سلطان شہیدؒ اس ہفت روزہ دنیا سے جاچکا ہے، مگر دکن میں اس کے مرقد پر اب تک نوبت بجتی ہے)

ایک زمانہ تھا کہ تقسیم ہند سے قبل کسی نوجوان کے لیے سب سے اعلیٰ اور قابل رشک مقام آئی سی ایس (انڈین سول سروس) میں داخل ہونا تھا۔ یہی وہ طبقہ تھا جو دراصل ہندستان پر حکومت کررہا تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اور مولانا محمد علی جوہر تقریباً ایک دوسرے کے ہمعصر تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کی بھی خواہش تھی کہ وہ آئی سی ایس آفیسر بنیں لیکن وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی عبداللہ یوسف علی کی سوانح حیات (Searching for Solace) کے مصنف ایم اے شریف نے اس بارے میں لکھا ہے: ''وجہ یہ تھی کہ انڈین ہسٹری جیسے مضامین کے پرچے میں ایسے سوال شامل کیے جاتے تھے جن سے امیدواروں کے ذہنی رویوں اور جذباتی تعلّق کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اس طرح امیدواروں کے بارے میں یہ جانچنے کا موقع مل جاتا تھا کہ آیا وہ برطانوی راج کے وفادار بن سکتے ہیں یا نہیں، مثلاً ''بتایئے آپ ٹیپو سلطان کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟'' جیسا سوال، جو برٹش انڈیا کی ہسٹری کے پرچہ میں ۱۸۹۵ء میں پوچھا گیا تھا، بڑی آسانی سے یہ بات سامنے لے آتا تھا کہ امتحان میں شریک امیدوار کس حد تک اس مسلم حکمران کی ان کارروائیوں کی تائید کرتا ہے جو اس نے برطانیہ کے خلاف کی تھیں''۔ (سکون کی تلاش مترجم: زبیر بن عمر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ص ۵۰)

درج بالا اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت برطانیہ ٹیپو سلطان سے کس حد تک خوف زدہ تھی۔ ساتھ ہی حکومت برطانیہ کے تعصب اور تنگ نظری کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ دل چسپ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت وہ پیمانہ ہے جس پر انگریز اپنے وفاداروں کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ دوستوں اور دشمنوں کو جانچا کرتے تھے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ کچھ برگزیدہ شہید ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی آزمایش ، عقوبتِ مطہرہ اور شہادتِ عظمیٰ ان کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ ربِّ جلیل انھیں شہادتِ جاریہ کی سعادت سے سرفراز فرماتا ہے۔

مقالہ نگار شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ ای-میل: sascom7@yahoo.com